اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۲، مسلسل شمارہ:۳۶۸، سال ۲۰۲۳ء

اکیسویں صدی کے منتخب اردو ناول: عالم گیریت کے تناظر میں

محمد ریاض

لیکچرر اردو، گورنمنٹ کالج دیپال پور ضلع اوکاڑہ

مختار احمد عزمی، پی ایچ ڈی

شعبہ اردو منہاج یونیورسٹی، لاہور

SELECTED URDU NOVELS OF THE 21ST CENTURY IN THE CONTEXT OF GLOBALIZATION

Muhammad Riaz
Lecturer in Urdu
Govt College Deepal Pur, Okara
Mukhtar Ahmad Azmi, PhD
Department of Urdu, Minhaj University Lahore

Abstract

Descriptively in vividness, nature, and textual technique the Urdu Novel of the modern period is trivially different from the Classical Novels. Owing to the last two decades of 20th century the globalization has impacted the world multi-dimensionally and its reflexes can be visualized in every spheres of human life. The political world emerged unipolar on the emergent collapse of the Soviet Union. The new world order was imposed forcefully on the backward nations. The world is changed into global village on the eve of Science and Technology. At the initiation of 21st century the increasing international consumerism, changes in local/national cultures and civilizations and the economic ferocity have implicated on the trends of Urdu Novel.

Keywords:

Globalization, Capitalism, Consumerism, US-Afghan War, Mustansir Hussain Tarrar, Mirza Ahar Baig, Ejaz Ahmad Fikral, Nighat Hassan, Waheed Aziz.

عالم گیریت انگریزی زبان کی اصطلاح "Globalization" کا اردو مترادف ہے۔ اس کا مقصد مختلف اقتصادی، ثقافتی، معاشرتی نظاموں، رسوم و رواج، دینی اور قومی امتیازات کو ختم کر کے دنیا کو جدید سرمایہ دارانہ نظام کے دائرے میں لانا ہے۔ عالم گیریت کی بدولت انسانی زندگی ایک نئے دور سے آشنا ہو چکی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں اور دنیا بھر میں یکساں کلچر بڑی تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ گلوبلائزیشن نے زندگی کے ہر شعبے پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔ بہ ظاہر یہ تحریک، ہر فرد، ہر ملک، کو یکساں تجارتی مواقع فراہم کی دعوے دار ہے، جہاں سرمائے کی نقل و حمل سے سارے عالم کو ایک جیسی زندگی گزارنے کی سہولت میسر آسکے مگر پس پردہ اس کے اپنے مخصوص عزائم ہیں۔ عالم گیریت ویسے تو بہت سے پہلوؤں پر زور دیتی ہے مگر اس کا نمایاں رجحان معیشت کی طرف ہے۔ سرمایہ دار قوتیں صارفیت کے کلچر کو فروغ دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ تاجرانہ ذہنیت ہر وقت نئی سے نئی منڈی کی تلاش میں رہتی ہے چند ترقی یافتہ ممالک معاشی عالم گیریت کے بھرپور ثمرات سمیٹ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں میکڈونلڈ (McDonald's)، کوکا کولا (Coca-Cola)، پیپسی (Pepsi)، نیسلے (Nestlé)، کے ایف سی (KFC)، ٹیلی نار (Telenor)، ایڈی ڈاس (Adidas)، یونی لیور (Unilever) اور اس طرح کی ہزاروں کمپنیاں ہیں جن کی شاخیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں معاشی عالم گیریت کے طفیل کثیر زرِ مبادلہ کما رہی ہیں، ڈاکٹر ناصر عباس نیر (پ ۱۹۶۵ء) عالم گیریت پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”حقیقت یہ ہے کہ عہد وسطی کے جاگیر دارانہ عہد میں علم و ادب کی سرگرمی، تفریح طبع کی خاطر ہوا کرتی تھی، مگر صنعتی عہد کے ساتھ ہی ہر شے کو جنس بازار بنانے یعنی "Commodification" کا عمل شروع ہوا اور وہ آج اپنی غیر معمولی حدوں کو چھو رہا ہے، ان حدوں کا دوسرا نام عالم گیریت ہے۔ ہمارے زمانے کا سب سے بڑا سچ اور انتہائی بڑا چیلنج یہ ہے کہ ہم علم اور معیشت یا علم کی معیشت کے زمانے میں زندہ ہیں۔“(۱)

عالم گیریت کے نتیجے میں تین طرح کے طبقات ہمارے سامنے آتے ہیں پہلے نمبر پر اس کی مکمل حمایت کرنے والا طبقہ ہے، دوسرا وہ طبقہ ہے جو اس کا حامی تو ہے مگر ان کے کچھ تحفظات ہیں اور تیسرا وہ طبقہ ہے جو اس کی مکمل مخالفت کرتا ہے۔ ڈاکٹر عرفان احسن پاشا (۱۹۷۷ء) عالم گیریت پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

> ”عالم گیریت کے حسن و قبح پر نظر ڈالیں تو یہ نظریاتی طور پر ایک بہتر رجحان ہے، جس سے دنیا بھر کے لوگوں کا معیار زندگی بلند کرنا مقصود ہے لیکن عملی طور پر ویسے سامنے نہیں آیا جیسے نظریاتی طور پر تھا۔ اِس کو اِس کی روح کے مطابق استعمال نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے اس کی شکل بگڑ گئی ہے اور اس کے ملٹی نیشنل کمپنیوں اور سرمایادار ملکوں کے لالچ کی وجہ سے بہتری کا امکان بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔“(۲)

اکیسویں صدی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی ہے۔ جتنی ترقی گذشتہ چند عشروں میں ہوئی ہے اُس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے چاند تک کی رسائی تو اب قصہ پارینہ بن چکی ،اب تو مریخ و مشتری پر کمندیں ڈالی جارہی ہیں۔ دنیا ایک گلوبل ڈرائنگ روم کی صورت اختیار کرچکی ہے۔ اس ترقی کے باوجود انسان مختلف مسائل کا شکار ہو رہا ہے۔ نائن الیون کے حملوں کے بعد عالمی منظر نامہ تیزی سے بدل رہا ہے۔ اقتصادی وسائل کو اپنی گرفت میں کرنے کے لیے سرمایہ دار قومیں مختلف حیلوں بہانوں سے کام لے رہی ہیں۔ عہد حاضر کا انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ دوسروں پر غلبہ پانے کی تباہ کن سوچ معاشرے کو کس ڈگر پر لے کے چل رہی ہے اور اس کا انجام کیا ہو گا۔ دنیا میں طاقت کا توازن اُس وقت بگڑا جب روس اپنی اقتصادی پالیسیوں کی بناء پر منہدم ہوا اور دنیا یونی پولر ہو گئی۔ نیو ورلڈ آرڈر جس کی لاٹھی اس کی بھینس جیسے عفریت نے تیسری دنیا کے ممالک کو اپنے پنجہ استبداد میں جکڑ لیا۔

بین الاقوامی سطح پر وقوع پذیر ہونے والے حالات وواقعات اُردو ادب، خصوصاً اُردو ناول کے اہم موضوعات میں شمار ہوتے ہیں۔ کوئی بھی تخلیق کار خلاء میں ادب تخلیق نہیں کر سکتا ہے بل کہ اپنے فن پارے کا خام مال ہمیشہ اپنے گرد و نواح سے کشید کرتا ہے۔ اکیسویں صدی کے اُردو ناول میں اس قدر موضوعاتی واسلوبیاتی تنوع ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ معاشرتی اصلاح سے اپنے سفر کا آغاز کرنے والی صنف اپنے ارتقا کی اس منزل پر آپہنچی ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جسے ہمارے ناول نگار نے چھوڑا ہو۔ اکیسویں صدی کے اُردو ناول پر موضوعاتی تنوع کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کامران کاظمی (۱۹۷۱ء) لکھتا ہے کہ اکیسویں صدی کے موضوعات میں بھی تنوع ہے، صارفیت کے کلچر نے پاکستانی سماج کی اخلاقی اقدار اور روحانی اساس کو زک پہنچائی ہے۔ اس طرح میڈیا کی بڑھتی ہوئی یلغار بھی ابھی تک مثبت سرگرمی نہیں دکھا سکی۔ عالم گیریت، مابعد سرمایاداریت، دہشت گردی، بنیاد پرستی، عالمی تنازعات افغان امریکا جنگ وغیرہ، ایسے موضوعات ہیں جو کسی حد تک اُردو ناول کا موضوع بنے ہیں۔ نائن الیون کے

بعد یک قطبی ہو جانے والی دنیا مزید امریکی سامراج کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اس صورت حال میں پاکستانی سماج بالخصوص عالمی اور علاقائی حالات سے شدید متاثر ہو رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی صارفیت، زندگی خالصتاً کمرشل بنیادوں پر تعمیر، اشیاء کی اہمیت، وجودی کرب، زندگی سے مغائرت اور عدم دل چسپی، مسائل کا درست ادراک نہ ہوتا، فکری و نظریاتی الجھنیں اور غیر یقینی صورت حال بھی ناول میں نظر آنے والے موضوعات ہیں۔" (۳)

مذکورہ بالا موضوعات کسی نہ کسی صورت میں اکیسویں صدی کے اُردو ناول کا حصہ ضرور بنے ہیں۔ عالم گیریت کی بدولت موجودہ صدی کا بدلتا ہوا سماج اُردو ناول میں بہ خوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں مستنصر حسین تارڑ (پ ۱۹۳۹ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں ہے موصوف کا امریکا افغان جنگ کے پس منظر میں لکھا جانے والا ناول **قلعہ جنگی** ہے جو پہلی بار ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آیا۔ نائن الیون کے واقعے کی تمام تر ذمہ داری ملا عمر (۱۹۶۰۔۲۰۱۳ء) اور اسامہ بن لادن (۱۹۵۷۔۲۰۱۱ء) پر عائد کر دی گئی۔ طاقت کے نشے میں چور امریکا کی اتحادی افواج نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ایک ایک انچ پر ایسی بمباری کی کہ ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں کے بعد انٹرنیشنل میڈیا پر بریکنگ نیوز اور تبصرے کچھ اس انداز سے کیے گئے کہ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے میں رائے عامہ کو ہموار کیا گیا۔ نیو ورلڈ آرڈر جیسے جنگل کے قانون کے تحت افغانستان کو پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا گیا۔ مستنصر حسین تارڑ نے اپنے اس ناول میں امریکا کی اسی سوچ کو خاص تکنیک سے بے نقاب کیا ہے۔ افغانستان یکے بعد دیگرے بڑی عالمی طاقتوں کا نشانہ بنا۔ پہلے روس سے ایک طویل عرصے تک بر سرِ پیکار رہا اور اس کے بعد دوسری بڑی عالمی طاقتوں نے یہاں خون کی ندیاں بہادیں۔ اگر دیکھا جائے تو نائن الیون اپنی طرز کا ایسا انوکھا واقعہ ہے جس نے پوری دنیا پر اپنے اثرات مرتسم کیے ہیں۔ اپنی ملکی سلامتی کے نام پر یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ روس امریکا سرد جنگ کا انحصار دو ملکوں پر رہا تھا پاکستان اور افغانستان۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں ہمارا کردار ایک مہرے کا سا تھا، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جنگوں نے ہمیشہ سوائے افلاس، تباہی اور بربادی کے دیا ہی کیا ہے؟

ایک سپر پاور کے خاتمے اور دنیا کے یک قطبی ہو جانے کے حوالے سے تارڑ **قلعہ جنگی** میں رقم طراز ہے:

"سرمایہ دار قوتوں نے اگر سوویت یونین کو منتشر کر دیا ہے تو کیا اب صورت حال پہلے سے بہتر ہو گئی ہے؟۔۔۔ جہاں پہلے پارٹی پروپوگنڈے کے پمفلٹ اور کتابچے چھپتے تھے تو اب ان کی جگہ پر نوگرافک میگزین اور گلیمرس جرائد چھپتے ہیں تو کیا یہی آزادی ہے؟۔۔۔ اس آزادی، جمہوریت اور نئی ثقافت کے دور میں روس کی سب سے بڑی ایکسپورٹ بھاری مشینری یا مگ طیارے نہیں ہیں عورت کا گوشت ہے۔"(۴)

ویتنام سے لے کر عراق جنگ، نائن الیون کے بعد افغان امریکا جنگ، موجودہ یمن شام تنازعہ کے پس پردہ معاشی عالم گیریت کارفرما ہے۔ دنیا میں ایک نئی سوچ جنم لے رہی ہے کہ اپنے حریف کو روایتی جنگ کی بہ جائے معاشی طور پر اتنا کم زور کر دیا جائے کہ وہ رزم گاہ میں جانے کی اہلیت ہی نہ رکھتا ہو۔ اسلامی ممالک پر آئے روز طرح طرح کی پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ عالمی سرمایہ داروں اور مقامی جاگیر داروں نے ایسے نظام کی بنیادیں استوار کی ہیں جس میں ہم اپنی آزادی کھو چکے ہیں۔ عالم گیریت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جہاں مقامی صنعتیں تباہ ہوئیں، وہاں صارف کی صورت میں اشیا پرستی کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ اسی صورت حال کو ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے اپنی تصنیف **عالم گیریت، اردو اور دیگر مضامین** میں صارفی ڈنگر سے موسوم کیا ہے۔ ان لاتوں مناتوں کی تحصیل کے لیے سرمایہ درکار ہے اور سرمایہ چند ملکوں کی باندی بن کر رہ گیا ہے۔ مغربی سرمایہ دارانہ عالم گیریت نے کیا شرق کیا غرب سب کا ذہنی دھارا ایسا پلٹا ہے کہ اُن کی اپنی تہذیب و ثقافت دم توڑتی جا رہی ہے۔ امریکا دنیا میں کبھی امن نہیں ہونے دے گا کیوں کہ اگر دنیا میں امن قائم ہو گیا تو اس کا اسلحہ کون خریدے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ مغرب ایشیا سے بالعموم اور مسلم دنیا سے بالخصوص سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے ہے۔ اسی بل بوتے پر پس ماندہ ممالک پر اپنی دھاک بٹھانے میں کام یاب ہو چکا ہے جہاں چاہا عالمی امن کے نام پر لاکھوں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی اور جب جی چاہا بحالی جمہوریت کے نام پر مختلف ممالک پر چڑھائی کر دی، نکہت حسن (۱۹۳۸ء بھارت) نے اکیسویں صدی میں شائع ہونے والے ناول **جاگنگ پارک** میں امریکا کی انھی رویوں کو بے نقاب کیا ہے:

"امریکا میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں کی گئی ہیں کہ افغانستان کو شدید بم باری کے ذریعے پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا کسی کو مہربانی کر کے وہاں اطلاع پہنچانی چاہیے کہ افغانستان پہلے ہی پتھر کے زمانے میں ہے۔ اگر یہ بات کسی طرح تسکین کا سبب بن سکتی ہو تو یہ بھی بتا دیا جائے کہ اس مقام تک پہنچنے میں امریکا کی کوششیں پیش پیش رہی ہیں۔"(۵)

مستنصر حسین تارڑ کا اکیسویں صدی میں شائع ہونے والا **خس و خاشاک زمانے** میں مغربی اسالیب اور تکنیک کے مطابق کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اردو ناول میں گو یہ تجربہ نیا نہیں ہے اس سے پہلے قرۃ العین حیدر (۱۹۲۷۔۲۰۰۷ء) کا ناول **آگ کا دریا** اڑھائی ہزار سال پر محیط ہے۔ محولہ بالا ناول میں بھی تارڑ نے نائن الیون کے واقعے کے بعد کی صورتِ حال کی عکاسی کی ہے کہ کس طرح امریکا میں کئی عشروں سے بسنے والے مسلمانوں کو اچانک حقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

اس ناول کے اہم کردار انعام اللہ کو نیو یارک میں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ نائن الیون کے واقعہ کو مستنصر حسین تارڑ نے **خس وخاشاک زمانے** میں یوں بیان کیا ہے۔

> ”بابل کے میناروں کے انہدام کے پورے اٹھائیس روز بعد اُس ایک ملک پر۔۔۔ جو پہلے ہی تباہ حال اور برباد تھا مقدس امریکی جہاد کے ثمرات تلے جھکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کا ہر بڑا شہر کھنڈر ہو چکا تھا۔۔۔ ایک چیونٹی کو ہلاک کرنے کی خاطر سیکڑوں مشتعل ہاتھی چنگھاڑتے چلے آتے تھے اور اپنے راستے میں آنے والی ہر بستی اور ہر صحرا کو روندتے چلے آتے تھے۔“ (۶)

کمپیوٹر بیسویں صدی کی اہم ایجاد ہے۔ دور جدید میں کمپیوٹر نے ہر شعبے میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ کی ایجاد نے کمپیوٹر کی استعدادِ کار کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ مختلف تہذیبیں اور ثقافتیں ایک دوسرے کے قریب آگئی ہیں۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے عالم گیر کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگر آپ کا کمپیوٹر انٹرنیٹ سے منسلک ہے تو پوری دنیا کی معلومات آپ کی ایک کلک کی دوری پر ہیں۔ ہزاروں میل دور بیٹھے آپ اپنے پیاروں سے ویڈیو کال کے ذریعے باتیں کر سکتے ہیں، شاید اسی لیے آج کل دنیا کو گلوبل ولیج کہا جارہا ہے۔ موجودہ دور کی ترقی اور اس کے ثمرات کو سمیٹتے ہوئے مرزا اطہر بیگ (پ:۱۹۵۰ء) کا ناول ۲۰۰۹ء میں منصہ شہود پر **صفر سے ایک تک** کی شکل میں آیا۔ بنیادی طور پر ناول ایک سائبر سپیس کے منشی کی سرگزشت ہے۔ اپنے موضوع اور عنوان کی جدت کی بناء پر اکیسویں صدی کے معلوماتی تقاضوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اکیسویں صدی کے اُردو ناول کے موضوعات، تکنیک اور اُسلوب کی جدت کو عصر حاضر کے ناولوں میں بہ آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

ناول کا عنوان **صفر سے ایک تک** یہ علامت بائنری کوڈ کی ہے جس کے تحت کمپیوٹر اپنا کام کرتا ہے۔ دور جدید کی ترقی اور عالمی لہر کی وجہ سے ہونے والی تبدیلیاں بھی اس ناول کا حصہ ہیں۔ ایک طرف

سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے فاصلے سمٹ گئے ہیں اور دوسری طرف آج کا انسان اپنے ہی ہمسائے سے لاتعلق ہے۔ زرگری کی اس دوڑ میں وہ ذہنی خلف شار اور داخلی کرب کا شکار ہو چکا ہے اپنے احساس تنہائی کی وجہ سے وہ اپنی ذات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا جارہا ہے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے اس عالمی منظر نامے نے ہماری زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان کا تیزی سے عام ہوتا ہوا چلن، جسے ہم اپنی زور مرہ زندگی کا حصہ بناتے جارہے ہیں۔ مذکورہ ناول میں اس کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ مصنف کی ہنر مندی یہ ہے کہ انگریزی الفاظ کی کہانی میں بنت کچھ اس انداز سے کی ہے کہ یہ الفاظ اردو زبان کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے کمپیوٹر میں وائرس کا آجانا اور پھر فائلوں کا کرپٹ ہو جانا، اس صورت حال کو فاضل مصنف نے اپنے اس ناول کے کرداروں کو کمپیوٹر والا کے ذریعے پیش کیا ہے کہ وہ کس طرح فیضان سالار کے قلب وذہین پر حاوی ہوا۔ ایک سائنس دان کمپیوٹر وائرس کے تصور کو ہی بنیاد بنا کر ایک ذہنی (انسانی) وائرس بنانے کے امکان پر غور کر سکتا ہے اور کام یاب رہتا ہے۔ یہ وائرس بھی ایک سافٹ ویئر ہے یعنی عام زبان میں لکھی یا کہی چند باتوں پر مشتمل ہے لیکن پڑھنے والے سننے والے کے ذہن کی فائلیں آہستہ آہستہ کرپٹ ہونے لگتی ہیں۔

جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے، ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی دوڑ لگ چکی ہے اور اس میدان میں ایک دوسروں سے سبقت لے جانے کے لیے جدید ایٹمی ہتھیاروں تک کا سفر طے ہو چکا ہے۔ یہ سلسلہ ابھی ہر نئے دن کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک تو ایک طرف پس ماندہ ممالک اپنی بقا کے لیے اس دوڑ میں شامل ہو چکے ہیں۔ سرمایہ دار قوتیں اپنی اس ٹیکنالوجی اور جدید اسلحے کے عوض اربوں ڈالر وصول کر رہی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک اپنی سلامتی کی خاطر ایک خطیر رقم اپنے دفاع پر خرچ کر رہے ہیں جس وجہ سے عوام بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہوتی جارہی ہیں۔ ایسے ممالک میں ہمارا ملک پاکستان بھی شامل ہے جس کے ایک طرف ازلی دشمن بھارت ہے تو دوسری طرف اسرائیل جو پاکستان کے وجود کو بھی مٹا دینے کے درپے ہے۔ اسی انسانی آزادی اور دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے حوالے سے مرزا اطہر بیگ کا ناول **غلام باغ** ہے جو اکیسویں صدی کے کرب کو سمیٹے ہوئے نظر آتا ہے۔ مرزا صاحب کا یہ **ناول صفر سے ایک تک** سے پہلے لکھا گیا تھا مگر ہم نے اپنے موضوع کی مناسبت سے اسے دوسرے نمبر پر رکھا ہے

پروفیسر غفور احمد (۱۹۷۶ء) اپنی تصنیف **نئی صدی-نئے ناول** میں مرزا اطہر بیگ کا **غلام باغ** کے حوالے سے ایک انٹرویو نقل کرتے ہیں:

> "اس کا Widest Theme اگر دیکھا جائے تو یہ یہی ہے کہ غلام باغ، آزادی اور غلامی کو بنیادی طور پر موضوع بنایا گیا ہے کہ انسان جو ہے، وہ کس حد تک آزاد ہے اور اگر وہ آزاد ہے تو کیا اس کا Relation قائم رہ سکتا ہے دوسروں کے ساتھ؟ کیا دوسروں کو Dominate کرنا وہ Inavitable ہے یہ ساری ایک سطح پر بات چلتی ہے۔ Wider Sense میں Dominance (غلبہ) دوسروں پر حاصل کرنا وہ اس کا ایک استعارہ ہے، جو کہ نام سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔"(۷)

اکیسویں صدی میں عالم گیری جال کچھ اس طرح سے بنے گئے ہیں کہ نو آبادیاتی دور کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔ جس دنیا میں ہم سانس لے رہے ہیں در حقیقت یہ پوسٹ کولونیل ازم کا عہد ہے اس عہد کی خلقت کا اضطراب، انتشار، مصنوعیت کی تلاش اور بے سود کاوشیں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس صدی کے انسان معاشی جبر کی وجہ سے کولہو کے بیل بن چکے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی ترقی کا انحصار اس کی مضبوط معیشت پر ہوتا ہے اور جب کسی قوم کی معیشت غیر مستحکم ہو گی تو جرائم اس معاشرے کا مقدر بن جاتے ہیں، بھوکا پیٹ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا ہے۔ گذشتہ دو عشروں سے دہشت گردی کا ناسور ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ ان دیگر گوں حالات میں ملک دشمن عناصر ایسے ہی غربت کے ستائے ناپختہ ذہنوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پروفیسر وحید عزیز (۱۹۸۰ء) کا اکیسویں صدی میں شائع ہونے والا ناول **محبت مر نہیں سکتی** اسی موضوع کو سموئے ہوئے ہے۔

یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا ہی مظہر ہے کہ اکیسویں صدی کا اردو ناول عالمی لہر کے نتیجے میں جدید مغربی ناول کے تتبع میں اپنے ارتقاء کی جانب گام زن ہے۔ موجودہ صدی میں لکھے جانے والے ناول بلحاظ اسلوب، تکنیک اور ہیت جدید دور کی رجحان ساز تبدیلیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے مستنصر حسین تارڑ کے بیشتر ناول فلیش بیک اور فلیش فارورڈ تکنیک کے حسین شاہکار ہیں، ان میں **قلعہ جنگی**، **خس و خاشاک زمانے** اور **اے غزال شب** قابل ذکر ہیں۔ اسلوبیاتی لحاظ سے بھی ہم عصر اردو ناول مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد عہد جدید کی تبدیلیوں کو اپنے اندر سما رہا ہے۔ حسن منظر (پ:۱۹۳۴ء) کے ناول

العاصفہ اور **دھنی بخش کے بیٹے** میں انگریزی زبان کے الفاظ تو کیا پورے کے پورے پیراگراف انگریزی میں ملتے ہیں، گلوبلائزیشن کے ان واضح اثرات کو **دھنی بخش کے بیٹے** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

"I think they do not believe in this nonsense and more and go ahead and get married."(۸)

اکیسویں صدی کے اردو ناول نے ذرائع نقل و حمل کی ترقی کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے اور اس کی کہانی کا کینوس تمام براعظموں تک پھیل چکا ہے **خس و خاشاک زمانے** ناول کی کہانی کئی براعظموں تک پھیلی ہوئی ہے اس ناول کا اہم کردار انعام اللہ، ایشیاء کبھی امریکا تو کبھی کینڈا کی سرزمینوں میں نظر آتا ہے۔ جدید ناول کا یہ دور اس لحاظ سے بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس میں کہانی کا کینوس تمام براعظموں تک پھیل گیا ہے۔ جس سے ہمارا ناول اردو ناول نگار عالمی انسانی برادری کو ایک اکائی کے روپ میں دیکھنے، دکھانے اور پرکھنے اور تجربہ کرنے پر قادر ہو گیا، گو کہ یہ بڑی جست نہیں ہے تاہم اس سے اردو ناول کی اٹھان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ناول نگار، افسانہ نویس اور نقاد طاہرہ اقبال (۱۹۵۱ء) کا ناول **نیلی بار** پہلی مرتبہ ۲۰۱۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، یہ ضخیم ناول طبقاتی تقسیم، بین الاقوامی سیاست، پاکستانی معاشرت، معاشی پس ماندگی اور انٹرنیشنل معاشی پالیساں جو پاکستان کی معیشت پر اثر انداز ہو رہی ہے، تمام موضوعات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ نائن الیون کے حالات اور سیاسی صورتِ حال اور اس واقعے کے پاکستانی معاشرے پر اثرات اس ناول کا حصہ ہیں۔ جاگیردارانہ اور سرمایادارانہ نظام بھی ضمنی طور پر موضوع بحث بنا ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں اور مالیاتی ادارے پس ماندہ ممالک کی عوام کی آنکھوں میں کس طرح دھول جھونکتے ہیں، اسی حوالے سے طاہرہ اقبال لکھتی ہیں:

"ملٹی نیشنل کمپنیاں، مالیاتی ادارے، عالمی اسٹیبلشمنٹ اور سپر پاور ترسیل زر اور حاکمیت کیسے کیسے کاروبار ساخت کرتی ہیں جن کے منافع کی چند بوندیں ان دور افتادہ دیہاتوں میں بستے فاقہ زدہ خاندانوں تک بھی پہنچ رہی تھیں ---۔ اس نظام معیشت کی تھیوری بنانے والے پیشہ ور تھنک ٹینک ہر غلطی سے مبرا پلین مکمل کر رہے تھے اس میں ایندھن کی طرح استعمال ہونے والے یہ رضا و رغبت خود کو جھونک رہے تھے۔" (۹)

اکیسویں صدی کے تیزی سے بدلتے ہوئے منظر نامے میں اعجاز احمد فکر ال(۱۹۶۲ء)کا ناول **سرخ تیل** بھی ایک جداگانہ موضوع کو لیے ہوئے ہے۔ **سرخ تیل** استعارہ ہے، مزدوروں کے خون کا جو محنت کے دوران تیل کی مانند دوڑتا ہے اور انھیں مزید کام کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس ناول کے معاشی واقتصادی سروکار بہت مضبوط ہیں۔ بیرون ملک جا کر محنت مزدوری کرنے والوں کی بپتا بیان کی گئی ہے۔ تارکین وطن میں زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو بہ غرض محنت مزدوری دنیا کے مختلف ممالک کا رخ کرتے ہیں مگر وہاں انسان نما درندے ان کا معاشی استحصال کرتے ہیں۔ غیر مسلم ممالک ایک طرف عرب ریاستوں میں جو کردار کفیل ادا کرتے ہیں وہ بھی انتہائی مایوس کن ہے۔ کس کرب و اذیت سے ان مزدور پیشہ افراد کے شب وروز گزرتے ہیں، اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو ایسی کیفیت سے گزرے ہوں۔ انسان کی سب سے بڑی کمزوری بھوک ہے، بھوک ہی انسان کو ہمیشہ جھکا رہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر دنیا میں بھوک نہ ہوتی تو کوئی کسی کے آگے سر نہ جھکاتا۔ بھوک ہی انسان کی فتح کو شکست میں بدل دیتی ہے۔

تارکین وطن عالم گیری کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ بیرون ملک وہ اپنی تہذیب و ثقافت کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں پس ماندہ ممالک سے تعلق رکھنے والے باشندے مقامی ثقافت کے ادغام سے یونی کلچر کو فروغ دے رہے ہیں۔ مغربی ماحول چوں کہ مادر پدر آزاد ہوتا ہے،اس لیے مخصوص مذاہب اور ثقافت سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن کے لیے ایسے معاشروں میں مسائل جنم لے رہے ہیں۔ جیسے مذہب اسلام میں غیر محرم مرد وزن کا آپس میں غیر شرعی تعلقات استوار کرنا ممنوع ہے، ایسے مغربی معاشروں میں دوسری سے تیسری نسل کے نوجوان اکثر اسی رنگ میں رنگتے چلے جاتے ہیں۔ عالم گیریت کا یکساں کلچر مقامی تہذیب و ثقافت کو اژدھے کی طرح تیزی سے نگل رہا ہے اور اپنے رستے میں آنے والی ہر دیوار کو روندتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ تارڑ نے اپنے ناول **ڈاکیا اور جولاہا** میں مغربی معاشرے میں رچے بسے ایک مسلمان خاندان کی عکاسی کی ہے اور اس کے ساتھ ہی مغربی ماحول کی گری ہوئی اخلاقی اقدار کا پردہ چاک کیا ہے۔ اس ناول کا ایک کردار دار اشکوہ اپنی بڑی بہن کی مقبولیت پر سیخ پا ہو کر اس کے آشناؤں کو قتل کرنے کے درپے نہیں ہوتا بل کہ الکوحل اور منشیات کے مرکب کی دھند میں گم، دارا نہایت فخر سے ڈینگیں مارتا تھا کہ "مائی سسٹر زیب۔۔۔ وہاٹ اے گرل۔۔۔

ہول ٹاؤن از کریزی اباؤٹ ہر"۔اس طرح کی گفت گو وہ بھی اپنی بہن کے بارے میں، ہمارا معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

گلوبلائزیشن جہاں ہمارے معاشرے پر منفی اثرات مرتب کر رہی ہے وہاں اس کے فوائد بھی ہیں لیکن فوائد کا پلڑا زیادہ تر ترقی یافتہ ممالک کی طرف ہے۔ اس کے مبہم اصولوں کو ابھی تک عام آدمی نہیں سمجھ پا رہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پسِ پردہ عوامل کھل کر سامنے آئیں گے۔ گلوبلائزیشن کا دائرہ کار چوں کہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہو رہا ہے اس لیے اردو ادب کی دیگر اصناف کی نسبت اردو ناول اپنی ضخامت کی بنا پر اسے مکمل طور پر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے، اکیسویں صدی چوں کہ سائنس و ٹیکنالوجی اور ایجادات کی صدی ہے۔ اس لیے ہر نیا آنے والا دن اپنے ساتھ ایڈوانس ٹیکنالوجی کو لے کر آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی خطے میں بڑھتی امریکی مداخلت بھی ہمارے ناول نگار کو سوچنے پر مجبور کر رہی ہے کہ آخر اس کا انجام کیا ہو گا۔ اکیسویں صدی کا ناول نگار اس مضمون میں بیان کردہ جملہ حالات و واقعات کا عمیق نگاہی سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عصر اردو ناول ان رجحان ساز تبدیلیوں کو اپنے فن پاروں میں سمو کر اپنے ارتقائی سفر کی جانب رواں دواں ہے۔ اکیسویں صدی کے اردو ناولوں کے متنوع موضوعات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ناصر عباس نیرّ، عالمگیریت، اردو اور دوسرے مضامین، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ۱۱،۱۰۔

(۲) عرفان احسن پاشا، اردو ادب پر عالم گیریت کے اثرات، (لاہور: مقالہ پی ایچ ڈی اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ۲۰۱۲ء)، ۱۲۔

(۳) کامرن عباس کاظمی، اردو ناول میں عصری آگہی: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، (اسلام آباد: مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی، ۲۰۱۳ء)، ۴۲۳۔

(۴) مستنصر حسین تارڑ، قلعہ جنگی، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۱۱۵۔

(۵) نکہت حسن، جاگنگ پارک، (کراچی: شہر زاد، ۲۰۱۰ء)، ۴۵، ۴۴۔

(۶) مستنصر حسین تارڑ، خس و خاشاک زمانے، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۵۰۹۔

(۷) غفور احمد، نئی صدی نئے ناول؛تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، (لاہور: کتاب سرائے اردو بازار،۲۰۱۴ء)،۸۱۔

(۸) حسن منظر، دھنی بخش کے بیٹے، (کراچی:شہر زاد،۲۰۰۸ء)،۳۱۷۔

(۹) طاہرہ اقبال، نیلی بار،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۷ء)،۴۰۰۔

BIBLIOGRAPHY

- Ghafoor Ahmad, *Nae Sadī Nay Novel: Taḥqiqī-o Tanqīdi Mutal'a*, (Lahore: Kitab Saray, 2014).
- Hassan Manzar, *Dhanī Bakhsh ke Betay*, (Karachi: Shehrzad, 2008).
- Irfan Ahsan Pasha, *Urdū Adab par 'Alamīrīyat ke Asrāt*, (Lahore: Ph.D Urdu Thesis, University of Education, 2012).
- Kamran Abbas Kazmi, *Urdū Naval* meṉ *Asrī 'Agāhī: Taḥqiqī-o Tanqīdi Mutal'a*, (Islamabad: Ph.D Urdu Thsis, Urdu University Science and Technology, 2013).
- Mustansar Hussain Tarar, *Khas-o Khāshāk Zmānay*, (Lahore, Sang-e-meel Publications 2010).
- Mustansar Hussain Tarar, *Qil'a Jangī*, (Lahore: Sang-e-meel Publications, 2008).
- Nasir Abbas Nayyar, *'Alamīrīyat, Urdū Aur Dūsry Mazāmīn* (Lahore: Sangemeel Publications, Lahore, 2015).
- Nikhat Hassan, *Jāgiṉg Pārk*, (Karachi: Shehrzad, 2010).
- Tahira Iqbal, *Nīli Bār*, (Islamabad: Dost Publications, 2017).

❖❖❖